© rasailojaraid.com

مولانا مشتاق احمد (چنیوٹ)

دینی مدارس...... چند توجہ طلب پہلو

برصغیر میں دینی مدارس کی تاریخ، نصاب اور نتائج پر برسوں سے اہل علم گفتگو کرتے آ رہے ہیں۔ دینی مدارس کے متعلق تین قسم کے نکتہ نظر پائے جاتے ہیں:

الف) ایک گروہ، درس نظامی کے چار سو سالہ نصاب میں کسی قسم کی تبدیلی کا روادار نہیں ہے۔ ان پر اتنا سخت جمود طاری ہے کہ بایدوشاید، احقر نے بعض اہل علم کو یہ کہتے سنا کہ ''الحمدللہ میں نے تین دفعہ شرح جامی پڑھی ہے۔'' اس گروہ کا ایک طرز یہ بھی ہے کہ طلباء کو فنون کی بعض کتب حفظ کراتے ہیں۔ مثلاً شرح مائۃ عامل، کافیہ وغیرہ۔ راقم کو بعض ایسے ''حافظ'' طلباء سے طالب علمی دور میں ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ تیسیر المنطق ایک مغلق کتاب ہے اور طلباء کے لیے اس کو سمجھنا مشکل ثابت ہوتا ہے۔ اس مشکل کا ازالہ کرنے کے لیے بہت سی متبادل کتب لکھی گئیں لیکن چند ہی مدارس ہوں گے، جنھوں نے تیسیر المنطق کی جگہ تسہیل المنطق وغیرہ کو داخل نصاب کرنا گوارا کیا ہو۔ اس طبقہ کے جمود کی یہ چند مثالیں ہیں۔ احاطہ کرنے کے لیے تو ایک مقالہ درکار ہوگا۔

ب) دوسرا گروہ اس قدیم نصاب میں مناسب تبدیلیاں کرنے کا خواہاں ہے۔ مخدوم العلماء محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ، تبدیلی نصاب کے ایک دور میں پر جوش داعی تھے۔ لیکن وفاق المدارس کے سربراہ ہونے کے باوجود وہ یہ تبدیلیاں نہ لا سکے۔ معلوم نہیں کہ بعد میں ان کی رائے بدل گئی یا وفاق المدارس کو اسم مسمّٰی بنانے کا تقاضا غالب آیا اور دینی مدارس کو انتشار سے بچانے کے لیے وہ یہ قدم نہ اٹھا سکے۔

ج) تیسرا گروہ سیکولر ذہن رکھتا ہے اور ان کے پاس دینی مدارس کا ناطقہ بند کرنے کے لیے بے شمار اعتراضات ہیں۔ مثلاً:

۱) دینی مدارس ''بنیاد پرستی'' اور ''دہشت گردی'' کی تعلیم دیتے ہیں۔

۲) دینی مدارس میں عصری تعلیم کا انتظام نہیں ہے۔ وہاں ڈاکٹری، انجینئرنگ وغیرہ کے کورس نہیں کرائے جاتے۔

۳) مدارس کا نصاب یکسر بدل دینا چاہیے۔ دنیا چاند پر پہنچ گئی اور مولوی ہنوز صدیوں پیچھے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

۴) یہ مدارس فرقہ واریت پھیلانے کے مراکز ہیں۔

اس وقت پہلا گروہ بھی ہمارا مخاطب نہیں ہے کہ ہم ان کو جمود توڑنے پر قائل کرنے کے لیے دلائل دیں۔ تیسرے گروہ کے دینی مدارس پر اعتراضات، ہمارے نزدیک خلوص پر مبنی نہیں ہیں۔ زیادہ تر بیوروکریٹ اور حکمران اپنی آزادی کے لیے دینی مدارس کو خطرہ سمجھتے ہیں اور ان کے اعتراضات مدارس کو دبانے کے لیے ہوتے ہیں۔ خلوص رکھنے والے عناصر، ان معترضین میں بہت کم ہیں۔ تاہم ان کے اعتراضات کا واقعی جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کسی حد تک جائز ہیں اور ان کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تدارک کیا ہے؟

احقر دوسرے گروہ سے تعلق رکھنے والے اکابرین کی خدمت میں چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہے۔ان سے التماس ہے کہ وہ ''ما قال'' پر نظر فرمائیں۔''من قال'' کو نظر انداز فرمادیں۔الحکمۃ ضالۃ المومن الحدیث کا تقاضا بھی یہی ہے۔جدید چیلنج کا مقابلہ اور عصری تقاضوں کی رعایت' دین اسلام کی بنیادی خصوصیت ہے۔نبی کریم ﷺ کا خانہ کعبہ کے طرزِ تعمیر کو تبدیل نہ کرنا' اس کی ایک واضح مثال ہے۔فقہ حنفی (جس کے ماننے والے برصغیر میں بھی کروڑوں کی تعداد میں ہیں) میں بھی عصری تقاضوں کی رعایت پر مبنی قواعد وضوابط موجود ہیں۔حضرت امام ابوحنیفہ نے فرمایا **انا نستعدّ للبلاء قبل نزولها فاذا ماوقع عرفنا الدخول فيه والخروج منه**'' مصیبت آنے سے پہلے اس کے مقابلے کے لیے ہم تیاری کر لیتے ہیں تاکہ جب وہ پیش آئے تو ہمیں معلوم رہے کہ اب کیا کرنا ہے۔''(تاریخ بغداد للخطیب صفحہ ۳۴۸ جلد ۱۳ مطبوعہ بیروت) اور مزید فرمایا **لو لاهذا لبقي الناس في الضلالة** ''یہ تیاری نہ ہو تو لوگ گم کردہ راہ ہو جائیں۔''

(المناقب الکردری' صفحہ ۴۴ جلد ا۔مطبوعہ حیدرآباد دکن بحوالہ ماہنامہ دارالعلوم صفحہ ۱۵۔جولائی ۲۰۰۱ء)

دینی مدارس میں عصری تقاضوں کی رعایت کرنے کے متعلق مولانا رضوان القاسمی لکھتے ہیں: ''جدید چیلنج کے مقابلہ اور عصری تقاضوں کی رعایت سے میری یہ مراد ہے کہ طالبانِ مدارس' درس گاہوں کے مضبوط حصار سے باہر نکلنے کے بعد جن حالات سے دوچار ہوں' وہ ان کے لیے نامانوس اور اجنبی نہ ہوں اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ انہوں نے اپنی عمر کا ایک معتد بہ حصہ ایک ایسے قلعہ میں بندرہ کر گزارا ہے جس کا باہر کی دنیا سے کوئی رشتہ نہ تھا بلکہ وہ اس پوزیشن میں ہوں کہ موجودہ تمدن جس کے رگ وپے میں الحاد و دہریت کا خون دوڑ رہا ہے جس میں علوم ومعارف کے ذریعہ خالق کائنات سے جڑنے کی بجائے ٹوٹنے اور قرار کی بجائے فرار کی تعلیم دی جاتی ہے۔اسلام اور اخلاقی سانچہ میں ڈھال کر مسلمان بنا سکیں۔اسلام کے پیش کردہ نظام حیات اور اس کے تمام شعبوں پر انہیں گہری بصیرت حاصل ہو۔اسلام کے خلاف ہونے والے فکری اور نظریاتی اعتراضات سے بھی وہ نابلد نہ ہوں۔اس کا مسکت جواب دینے کی پوزیشن میں ہوں۔نیز اس پیغام کو عام کرنے کے لیے داعیانہ کردار ادا کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہوں اور اس کا جذبہ بھی اور اس پر کامل وقوف بھی۔''

(''دینی مدارس اور عصر حاضر'' صفحہ ۲۱۔۲۲ بحوالہ ''برصغیر کے دینی مدارس'' صفحہ ۲۳۔۲۴۔مولانا محمد عیسیٰ منصوری)

دینی مدارس کا آٹھ سالہ نصاب پڑھنے کے باوجود ایک فاضل درس نظامی جو مشکلات اپنے لیے محسوس کرتا ہے اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱) آٹھ سال تک دینی تعلیم پانے کے باوجود وہ فاضل اتنی استعداد نہیں رکھتا کہ اسلام کی حقانیت پر کسی نجی یا عوامی مجلس میں آدھ پون گھنٹہ گفتگو کر سکے۔

۲) تحریر کا ملکہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔بعض دینی رسائل کے متعلق ہماری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ ان کو شائع کرنا اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قارئین کا پڑھنا۔ وقت اور وسائل کے ضیاع کے سوا کچھ نہیں۔ اکثر فضلاء شستہ انداز تحریر سے محروم ہیں۔

۳) مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ کے متعلق کوئی مستند کتاب نصاب میں شامل نہیں ہے۔ جس کے نتیجے میں فضلاء تاریخ سے بے خبر رہ جاتے ہیں۔

۴) ہمارے فضلاء انگلش تو ایک طرف رہی۔ عربی بولنے اور لکھنے سے بھی قاصر ہیں۔ حالانکہ دور جدید کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے انگلش اور عربی میں مافی الضمیر پر قدرت ضروری ہے۔ اس کے بغیر دین کی وسیع خدمت کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

۵) دینی مدارس کے اساتذہ کرام کو طریقہ تدریس کی تربیت دینے کے لیے کوئی منظّم طریق کار موجود نہیں ہے۔ جس کے نتیجہ میں تعلیمی زوال جنم لے رہا ہے۔

آمدم برسر مطلب! امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کو ایک بار پھر دہرا لیجیے کہ ''مصیبت آنے سے پہلے اس کے مقابلہ کے لیے ہم تیاری کر لیتے ہیں تا کہ جب وہ پیش آئے تو ہمیں معلوم رہے کہ اب کیا کرنا ہے۔'' ہمارے دینی مدارس کی اس حد تک تو پلاننگ ہے کہ ان مدارس کی بدولت مساجد کے لیے مؤذن، امام اور خطیب وافر مقدار میں موجود ہیں۔ ان عہدوں کے لیے کبھی اشتہار بازی نہیں کرنا پڑی۔ کبھی کسی مسجد میں ایسا واقعہ پیش نہیں آیا کہ امام میسر نہ آنے کی وجہ سے دو چار وقت نماز با جماعت نہ ہوسکی ہو۔ لیکن عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے کوئی اجتماعی منصوبہ نہیں ہے۔ اس کی ایک واضح مثال دینی مدارس کی اسناد کا بحران ہے۔

ہماری ناقص سمجھ کے مطابق یہ درست ہے کہ یہ بحران حکومتی اشاروں پر پیدا ہوا ہے اور اس کا مقصد مجلس عمل کو بلیک میل کرنا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ ان سندوں کے متعلق حکومتی پالیسیوں میں واضح تضاد ہے۔ یہ سب درست لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ کیا کبھی دینی مدارس کے ارباب بست وکشاد نے یہ سوچا کہ جہاں ہم خالص علماء تیار کر رہے ہیں وہاں ہم تخصص کے درجہ میں ہی سہی ہر سال دو چار علماء ایسے بھی تیار کرتے جو قدیم درسی تعلیم کے ساتھ جدید تعلیم کے مروجہ اسناد کے بھی حامل ہوتے جو کہ بوقت ضرورت کام آئے۔ حکومتی جبر کا بآسانی مقابلہ کر لیتے۔ دینی مدارس کی اسناد کی اہمیت جتلانے کے لیے عجیب وغریب قسم کے مضامین شائع کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ ہر سال جدید وقدیم تعلیم کا امتزاج رکھنے والے دو چار علماء کرام تیار کرنا' ہمارے دینی مدارس کی بالعموم اور جمعیت علماء اسلام اور دیگر دینی، سیاسی جماعتوں کی بالخصوص ذمہ داری ہے۔

اگر ہماری دینی، سیاسی جماعتیں واقعتہً قوم، ملک اور اسلام کا درد رکھتی ہیں تو ان جماعتوں کی لیڈر شپ کو دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق سیکنڈ کمان تیار کرنا ہوگی۔ اس کے لیے اپنی انانیت و جاہ پرستی کو قربان کرنا ہوگا۔ حکومتی دباؤ کے مؤثر مقابلہ کے لیے یہ اقدام ضروری ہے۔ ورنہ آئے دن اس قسم کے بحرانوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ وقت آجائے کہ مناسب تیاری نہ ہونے کے باعث لبنان، ترکی یا الجزائر والے حالات پیدا ہو جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو:

''تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں''

© rasailojaraid.com